حقائق السنن شرح ترمذی

پر

ایک نظر

داعئ کبیر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کا حضرۃ شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے افادات ترمذی
پر وقیع مقدمہ اور مولانا سمیع الحق مدظلہ کے نام مکتوب

> شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی تحقیقات، تازہ رجحانات، نئے شبہات وسوالات، سائنسی ایجادات، فہم حقائق، بقاء اعراض، مسلک اہلِ سنت کا اعتدال وتوازن، فن حدیث میں رسوخ وعمق، علمِ رجال، علمِ جرح وتعدیل، عارفانہ ومتکلمانہ مباحث غرض ہمہ پہلو جامع بحث، اسی طرح دلنشین انداز سے کرتے ہیں جو اُن کے اساتذہ اور اسلاف کا شیوہ رہا ہے۔

محبِ گرامی قدر مولانا سمیع الحق صاحب زید توفیقہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے مزاج بعافیت ہوگا اور حضرت والد ماجد مدت فیوضہ صحت وعافیت کے ساتھ مشغول افادہ وافاضہ ہوں گے۔ بارک اللہ فی حیاتہم وفیوضہم

کچھ عرصہ ہوا آپ کا ایک خط اس فرمائش کے ساتھ آیا تھا کہ میں حضرت کے افادات "حقائق السنن" پر بطور مقدمہ اور پیش لفظ کے کچھ لکھوں، میں نے اس کا جواب دیا تھا کہ یہ بات میری حیثیت اور سطح سے بلند ہے کہ "ایاز قدرِ خود را بشناس" اس کے لیے پاکستان یا ہندوستان کے کوئی جلیل القدر عالم جن کا حدیث شریف سے اشتغال اور اس پر وسیع نظر ہو زیادہ موزوں ہوں گے۔ غالباً آپ نے میری یہ معذرت حقیقتِ حال پر مبنی ہونے کی بنا پر قبول کر لی لیکن اس کے بعد میں نے کتاب پر نظر ڈالی اور اس کا داعیہ پیدا ہوا کہ میں اس پر اپنے تاثرات اور رائے کا اظہار کر دوں، یہ ایک شہادت بالحق ہوگی۔ چنانچہ میں نے ۱۶ صفحے کا ایک مضمون حوالہ قرطاس کیا، اب بمبئی آکر اس کو ایک عزیز دوست کے حوالہ کر رہا ہوں جو دو چار دن میں کراچی ہو کر حجاز جانے والے ہیں، میں نے اُن کو ہدایت کی ہے کہ وہ کراچی سے اس کو بذریعہ رجسٹری پوسٹ کر دیں، یہاں سے ڈاک سے بھیجنے میں بڑی طوالت ہوگی اور معلوم نہیں رقابہ کے کن مرحلوں سے گذرنا پڑے۔ مقدمہ کے بارے میں میری اب بھی وہی رائے ہے، لیکن آپ کو اس مضمون کے بارہ میں اختیار ہے کہ آپ اس سے جو کام لینا چاہیں لے سکتے ہیں۔ اگر مقدمہ کسی دوسرے فاضل کے قلم سے ہو گیا ہو تو اس کو آپ "الحق" میں بطور مضمون کے شائع کر سکتے ہیں۔ اس کی رسید سے ضرور مطلع کریں۔

معلوم نہیں "تاریخ دعوت وعزیمت" کا پانچواں حصہ جو حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے مخصوص ہے، کراچی میں چھپا، اور آپ تک پہنچا یا نہیں، اگر اتنی تاخیر کا اندیشہ ہوتا تو میں براہِ راست بھیج دیتا، حضرت والد صاحب کی خدمت میں بہت بہت سلام، درخواست دعا اور اس خدمتِ حدیث پر دلی مبارکباد اور اظہارِ تشکر۔ تقبلہ اللہ تقبلاً حسناً۔ خط کا جواب لکھنؤ کے پتہ پر عنایت فرمائیں ——— والسلام، دُعاگو وطالبِ دُعا ابوالحسن علی، پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ (۱۳ اکتوبر ۱۹۸۴ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ!

کتبِ صحاح کے درمیان جامع ترمذی کا خاص مقام ہے جسے ہر دور میں اُمت میں بڑی مقبولیت حاصل رہی ہے اور اس کی بلندی مرتبہ پر

اُمت کا اجماع ہے۔ انہوں نے اپنے دونوں اساتذہ امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ اور امام مسلم بن حجاج قشیریؒ کی تحقیقات، صحیح احادیث حاصل کرنے کی کوششوں اور تمام سابقہ علمی کاوشوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور ائمہ و مصنفین حدیث کے درمیان سے اپنا راستہ نکالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تصنیفی ملکہ، قوتِ اجتہاد، فنی قدرت وقوت بطور خاص عطا کی ہے۔ اِس کے ساتھ ان کی عقل وعلم میں پختہ عمر کے تقاضا سے مزید پختگی اور گہرائی پیدا ہوئی جس میں ان کی طویل فنی تمرین، ائمہ فن کی طویل صحبت اور ان سے محبت ووفاداری، ان کے فضل وتقدم کا اعتراف، ان کے زہد وتواضع، بے غرضی، دعا میں اشتغال اور اللہ کے لیے تضرع وابتہال کو بھی حاصل دخل ہے۔

صحیحین کے قاری کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مؤلفین صحت وباریک بینی اور فنی قدرت کی انتہا پر ہیں اور سُنن ابی داؤد میں اسے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے احادیث احکام کو بہترین نظم وترتیب عطا کی ہے اور انہوں نے بعد والوں کے لیے کچھ چھوڑا نہیں ہے۔ اس لیے احادیثِ صحیحہ پر مشتمل کوئی کتاب ترتیب دینا تحصیل حاصل اور بے فائدہ کام ہے۔ مگر امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ نے ساٹھ سال سے زائد عمر میں (جو ذہنی پختگی کی عمر ہوتی ہے) اپنی کتاب تالیف کی جس میں ان کی تصنیفی صلاحیت واضح طور پر سامنے آئی اور انہوں نے ثابت کر دیا کہ اس کتاب نے صدر اسلام کے عظیم حدیثی ذخیرے میں ایک قیمتی اور نیا اضافہ کیا ہے، انہوں نے اس کتاب میں اپنے دونوں استاذوں امام بخاریؒ وامام مسلمؒ کے طریقہ پر فقہ وحدیث کو بڑی خوبی کے ساتھ جمع کر دیا ہے اور دونوں کے محاسن اور خصوصیات اپنائی ہیں، انہوں نے متعدد روایات کو امام مسلمؒ کی طرح ایک جگہ جمع کر دیا اور امام بخاریؒ کے طریقہ پر اسنادی فوائد کو کتاب میں متعدد جگہوں پر رکھا اور ایک ایک حدیث پر کلام کیا اور ایسی مخصوص علمی اصطلاحات اپنائیں جن میں وہ منفرد ہیں اور وہ کسی اور کتاب میں نہیں پائی جاتیں۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس موضوع پر کام کیا جسے آج "تقابلی فقہ" (الفقہ المقارن) کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے زمانہ کے فقہی واجتہادی دبستانوں کی جس طرح حفاظت کی اس کا اُمت کو اعتراف کرنا چاہئے، وہ نہ ہوتے تو بہت سے ائمہ کے نتائج اجتہاد نظر کے سامنے نہ آتے۔ اپنے جامع کی اس خصوصیت کے سبب یہ کتاب حدیث وسنت کی کتابوں کے درمیان ممتاز ومنفرد ہوگئی ہے اور سب سے قدیم وقابل اعتماد مرجع بن گئی ہے۔ خاص طور پر غیر مروج مذاہب فقہ جیسے امام اوزاعیؒ، سفیان ثوریؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ کے مذاہب کے لیے۔ یہ بھی ان کے حسنات میں ہے کہ انہوں نے بعد میں آنے والوں کیلئے امام شافعیؒ کی قدیم فقہ بھی محفوظ کر دی ہے۔

اس طرح جامع ترمذی ان احادیث حسنہ کے لیے مرجع اساسی بن گئی ہے جو ایک قیمتی حدیثی ذخیرہ ہیں اور جن سے استغنا ممکن نہیں۔ معتمد محدثین کبار میں سے ہم کسی کو اس طرف امام ترمذیؒ کی طرح متوجہ نہیں پاتے ہیں۔ اسی لیے امام ابوعمر عثمان بن صلاحؒ اپنی کتاب "علوم الحدیث" میں کہتے ہیں کہ: "امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ کی کتاب حدیث حسن کی معرفت کے لیے اصل ہے، وہی ہیں جنہوں نے اس کا نام روشن کیا اور اپنی جامع میں اس کا بکثرت ذکر کیا ہے"[1]

پھر انہوں نے علم رجال اور علم جرح وتعدیل پر خصوصی توجہ کی اور فنِ اسناد کے بعض منفرد رجحانات کے لیے ممتاز ہوئے جسے فن حدیث کا کوئی ناقد بصیر ہی جان سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کتاب حدیث کے فنون کثیرہ پر مشتمل ہے۔ اسی لیے حافظ ابن الاثیرؒ نے جامع الاصول میں لکھا ہے کہ:

"یہ سب سے اچھی کتاب ہے جس میں فوائد کی کثرت، اچھی ترتیب اور تکرار بہت کم ہے، اور اس میں اُن مذاہب کا بھی ذکر ہے جو اور کتابوں میں نہیں، وجوہ استدلال احادیث کی نوعیت، صحت وسقم اور غرابت کا بیان ہے اور جرح وتعدیل سے کام لیا گیا ہے۔"

امام ابواسمٰعیل عبداللہ محمد بن الانصاری کہتے ہیں:

"ان کی کتاب میرے نزدیک بخاری ومسلم کی کتابوں سے زیادہ مفید ہے کہ اس کے فوائد تک ہر شخص کی رسائی ہوسکتی ہے۔"

بڑی مسرت وطمانیت کی بات ہے کہ استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا عبدالحق بانی ومہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پاکستان دام فیضہم کی درس ترمذی کی تقریریں اور امالی وافادات کی جلد اوّل "حقائق السنن" منظر عام پر آگئی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث کے فرزند گرامی مولانا سمیع الحق مدیر "الحق" و استاذ حدیث دارالعلوم حقانیہ اور مولانا عبدالقیوم حقانی نہ صرف طلبائے علم حدیث بلکہ حدیث کے کہنہ مشق، وسیع النظر و فاضل اساتذہ کے بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ ان کے تعاون ونگرانی سے یہ علمی صحیفہ جو ایک ماہر فن اور دقیق النظر استاذ حدیث کے وسیع مطالعہ، طویل تجربہ اور دیدہ ریزی اور جگر کاوی کا نتیجہ ہے، اہل علم کے سامنے آیا۔ حضرت شیخ الحدیث نصف صدی سے تدریس حدیث کی خدمت انجام دے رہے ہیں، وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ممتاز شاگرد اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں۔ ان میں دقیق مباحث کو شستہ انداز اور سلجھے ہوئے پیرایہ میں بیان کرنے کی خداداد صلاحیت ہے۔ انہوں نے چالیس سال تک دارالعلوم حقانیہ میں ترمذی کا درس دیا۔ یہ تقریریں ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے محفوظ کی گئیں، مولانا نے پورے مسودہ پر نظر ڈالی اور ضروری ترمیم واصلاح فرمائی، تشنہ مقامات پر مزید بحث کی اور مرتب شدہ "امالی"

---

[1] علوم الحدیث صفحہ ۱۴-۱۵

(درس کی وہ تقریریں و افادات جو قلمبند کر لیے گئے تھے) سے بھی کام لیا گیا۔

مولانا چونکہ حدیث کے عالم و استاذ ہونے کے ساتھ (اپنے شیخ و استاد کی تبعیت میں) تزکیہ و سلوک کے بھی رمز آشنا ہیں اس لیے کتاب میں جا بجا لطائفِ تصوف اور علمی وجدانی نکات بکھرے ہوئے نظر آئیں گے۔ جا بجا دلچسپ سبق آموز واقعات و حکایات درس پڑھنے والے کے لیے دلآویزی کا ذریعہ اور موعظت و تربیت کا سامان ہیں۔ فضلائے قدیم کی طرح اپنے اساتذہ سے عقیدت و شغف خاص طور سے حضرت مدنیؒ سے غیر معمولی عقیدت کتاب میں جھلکتی ہے۔ فنی و تحقیقی حیثیت سے بھی کئی بحثیں مختصر ہونے کے باوجود بصیرت افروز اور اصولی قدر و قیمت کی حامل ہیں مثلاً تعریفِ حدیث میں قید من حیث انہ رسول کی ضرورت و افادیت، مؤرخ و محدث کے فرق کی تشریح، متقدمین و متاخرین کی تعریف حدیث کا فرق[1]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض سہ گانہ (تلاوتِ کتاب، تعلیمِ حکمت و تزکیہ) کی تشریح[2] بعثت فی الامیین کی حکمت اور تمدنی اثرات کی اہمیت، مقامِ عبدیت اور اس کی عظمت و جلالت کا بیان[3]۔

مولانا چونکہ ایک بیدار دماغ، حساس و دردمند دل بھی رکھتے ہیں، عہدِ حاضر کے بدلے ہوئے حالات اور جدید تعلیمیافتہ نسل کے ذہن سے بھی واقفیت رکھتے ہیں اور آپ کا مطالعہ درسی اور فنی کتابوں میں محدود نہیں ہے۔ آپ نئی تحقیقات اور تازہ رجحانات سے بھی بقدرِ ضرورت متعارف ہیں، اس لیے کتاب میں جا بجا ایسے مضامین ملتے ہیں جن سے نئے شبہات و سوالات سے واقفیت اور شرحِ حدیث و تقریرِ درس میں ان سے بقدرِ ضرورت تعرض کا اندازہ ہوتا ہے، مثلاً سائنسی ایجادات و فہمِ حقائق اور سلسلۂ ارتقا اعراض پر عالمانہ و متکلمانہ بحث[4]، وزن الو پر اعتراض اور اس کا صحیح حل، تعددِ ازدواج پر دلنشیں انداز میں بحث[5]۔ کتاب اگرچہ حدیث و فقہ کے موضوع سے تعلق رکھتی ہے لیکن مولانا کی تاریخ سے واقفیت کا بھی روشن ثبوت ملتا ہے جس کے متعلق سمجھ لیا گیا ہے کہ وہ علماء و اساتذۂ دینیات کے دائرہ سے باہر ہے! اس سب کے ساتھ کتاب کے مسلک اہلِ سنت کے اس اعتدال و توازن کا بھی اظہار ہوتا ہے جو اُن کے اساتذہ اور اسلاف کا شیوہ رہا ہے اور مکتب و خاندان ولی اللّٰہی کا شعار، مثلاً آپ نے مروان بن الحکم اور یزید پر ناقدانہ کلام کیا ہے اور ان کے بارے میں ان کے جلیل القدر معاصرین اور ائمہ حدیث کا جو نقطۂ نظر رہا ہے اس کو بلا تکلف نقل فرما دیا ہے۔

خالص درسی و فنی حیثیت سے بھی کئی ایسی بحثیں ملتی ہیں جو فنِ حدیث میں رسوخ اور عمق کا نمونہ ہے، مثلاً جامع ترمذی کی خصوصیات جس کے بارہ وجوہ بیان کیے گئے ہیں[6]

بزدوی پر تنقید اور حضرت ابوہریرہؓ کے تفقہ کا اثبات اور بعض کثیر الانواع والاسماء الفاظ کی اچھی بحث، مذہب حنفی کا اقرب الی الحدیث ہونا وغیرہ وغیرہ۔

غالباً یہ پہلی کتاب ہے جس میں اردو میں "جامع ترمذی" کی شرح و بیان کی کوشش کی گئی ہے، اور ان دشوار اور نازک مضامین کو جو ابھی تک عربی کی شروحِ حدیث اور ماہر الفن اساتذہ کے حلقۂ درس سے مخصوص تھے سلیس و شستہ اردو زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ اس بلند پایہ کتاب پر مقدمہ لکھنے کے لیے ایک ایسی شخصیت موزوں تھی جس کی علمِ حدیث اور متون و شروحِ حدیث پر وسیع و عمیق نظر ہو اور جس کا فنِ حدیث سے طویل و مسلسل اشتغال رہا ہو۔ خدا کے فضل سے ابھی برّ صغیر ہند و پاکستان میں متعدد ایسی شخصیتیں موجود ہیں جو اس کام کی تکمیل کے لیے ہر طرح موزوں و مناسب ہیں۔ لیکن محترمی گرامی قدر مولانا سمیع الحق صاحب کی نظرِ انتخاب اس اہم کام کے لیے اس بے بضاعت پر پڑی جس کے حدیث سے اشتغال اور اس کے درس کی مشغولیت کو عرصہ ہو گیا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ساری بے بضاعتی و کم مائیگی کے باوجود مقدمہ نگار کو بھی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ سے صحیح بخاری و جامع ترمذی میں تلمذ و استفادہ کی سعادت و شرف حاصل ہوا ہے اور ع

بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل شود بس است

راقم سطور نے ۱۳۵۲ھ (۱۹۳۲ء) میں دارالعلوم دیوبند میں حضرت مدنیؒ کے درسِ بخاری اور درسِ ترمذی میں شرکت کی، اگر میرے لیے اس قابلِ قدر کتاب پر کچھ تحریر کرنے کا جواز ہے تو یہ نسبت گرامی ـــ نیز یہ کہ صحاحِ اربعہ کا درس محدثِ عصر مولانا حیدر حسن خان صاحب ٹونکیؒ تلمیذِ خاص علامہ شیخ حسین بن محسن الانصاری یمانیؒ نزیل بھوپال سے لیا، اور کچھ عرصہ صحیح بخاری و ترمذی کا درس دارالعلوم ندوۃ العلماء میں اس سے متعلق رہا اور اس نے خدا کے فضل سے دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور اور حرمین شریفین کے کبارِ علماء و اساتذۂ حدیث کی زیارت و صحبت اور ان کے دروسِ حدیث میں شرکت کی سعادت حاصل کی، اس لیے اس کا اس کتاب پر اپنے تاثرات کا اظہار کلیۃً "تحسینِ ناشناس" اور یکسر "دخل در معقولات" کا مرادف نہیں ہو گا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی عمر، صحت و قوت میں برکت عطا فرمائے، اور ان کے علمی و دینی فیوض سے زیادہ سے زیادہ طالبین کو مستفید ہونے کا موقعہ دے، نیز مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کو ترقی و قبولیت عطا فرمائے جس کے ذریعہ حدیث کی یہ قیمتی سوغات اہلِ علم کے ہاتھوں میں پہنچی۔

۱ے ملاحظہ ہو ص ۳۹، ۴۰ ۲ے ص ۴۳، ۴۶ ۳ے ص ۱۲۱، ۱۲۲ ۴ے ص ۱۲۶ ۵ے ص ۵۱۶، ۵۱۸ نیز حاشیہ ص ۵۱۸ ۶ے ص ۷۸